نبیلہ عزیز

ماورا مرتضیٰ، عافیہ بیگم کی اکلوتی بیٹی ہے۔ فارہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ عافیہ بیگم اس کا اپنی سہیلیوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ بھی اس پر بہت ساری پابندیاں لگاتی ہیں جبکہ ماورا خود اعتماد اور اچھی لڑکی ہے۔ عافیہ بیگم اکثر اس سے ناراض رہتی ہیں۔ البتہ بی گل اس کی حمایتی ہیں۔

فارہ اپنی ثمینہ خالہ کے بیٹے آفاق یزدانی سے منسوب ہے۔ دو سال پہلے یہ نسبت آفاق کی پسند سے ٹھہرائی گئی تھی مگر اب وہ فارہ سے قطعی لاتعلق ہے۔

منزہ، ثمینہ اور نیرہ کے بھائی رضا حیدر کے دو بچے ہیں۔ تیمور حیدر اور عزت حیدر۔ تیمور حیدر بزنس مین ہے اور بے حد شاندار پرسنالٹی کا مالک ہے۔ ولید رحمٰن اس کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس سے حیثیت میں کم ہے مگر دونوں کے درمیان اسٹیٹس حائل نہیں ہے۔ نیرہ کے بیٹے سے فارہ کی بہن حمنہ بیاہی ہوئی ہے۔

عزت اپنی آنکھوں سے یونیورسٹی میں بم دھماکا ہوتے دیکھ کر اپنے حواس کھو دیتی ہے۔ ولید اسے دیکھ کر اس کی جانب لپکتا ہے اور اسے سنبھال کر تیمور کو فون کرتا ہے۔ تیمور اسے اسپتال لے جاتا ہے۔ عزت کے ساتھ یہ حادثاتی ملاقات ولید اور عزت کو ایک خوشگوار حصار میں باندھ دیتی ہے۔ تاہم عزت کھل کر اس کا اظہار کر دیتی ہے۔ ولید ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔

آفاق فون کر کے فارہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ فارہ روتی ہے۔ اشتیاق یزدانی، آفاق سے حد درجے خفا ہو کر اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔ آفاق مجبور ہو کر شادی پر راضی ہو جاتا ہے۔ فارہ دل سے خوش نہیں ہو پاتی۔ رضا حیدر، تیمور کو فارہ کی شادی کے سلسلے میں فیصل آباد بھیجتے ہیں۔ فارہ اپنی تاریخ میں ماورا کو بصد اصرار مدعو کرتی ہے۔ ماورا، عافیہ بیگم کی ناراضی کے باوجود چلی جاتی ہے۔ وہاں تیمور اور ماورا کی ملاقات ہو جاتی ہے۔

ستائیسویں قسط





"حیدر ولا" اپنی پوری شان شوکت کے ہمراہ ماورا مرتضیٰ کے انتظار میں تیار کھڑا تھا۔ یوں جیسے اس کے در و دیوار کو صدیوں سے ماورا مرتضیٰ کا انتظار تھا اور آج وہ انتظار پورا ہونے جا رہا تھا۔

اور ایسا ہی ایک انتظار ماورا مرتضیٰ کو بھی تھا۔ اس نے بھی گیٹ کے سامنے گاڑی رکتے ہی بے اختیار سر اٹھا کر حیدر ولا کی روشنیوں سے جگمگاتی عمارت کو اس کی بنیاد سے لے کر اس کی اونچائی تک دیکھا تھا۔ جہاں جلی حروف میں "حیدر ولا" لکھا دکھائی دے رہا تھا۔

تیمور نے ہلکا سا ہارن دیا تھا جس پہ فوراً ہی حیدر ولا کا گیٹ پورے کا پورا کھول دیا گیا تھا اور وہ بڑی سبک رفتاری سے گاڑی اندر لے آیا تھا' پھر ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر اس کی طرف آیا اور اسے اگلی نشست سے اترنے میں بھرپور مدد دی تھی۔ اور اسی طرح اس کا ہاتھ تھامے وہ اسے اپنے ساتھ لیے اندر کی طرف بڑھا تھا۔

ابھی وہ راہداری میں داخل ہوئے ہی تھے کہ اچانک بجلی چلی گئی' تیمور کے آگے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے تھے اور اس کے ساتھ ماورا کے قدم بھی خود بخود ہی رک گئے تھے۔

"رئیس... رئیس... کہاں ہو سب... لائٹس آن کرو۔" تیمور نے ماورا کا ہاتھ یونہی ہاتھ میں پکڑے ہوئے ملازم کو آواز دی تھی' مگر اسے کسی بھی ملازم کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔ ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔

"تم ٹھہرو... میں دیکھتا ہوں۔" تیمور نے جیب سے موبائل نکال کر کہتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھنا چاہا تھا' لیکن ماورا نے یک دم اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا لیا تھا۔

"نہیں..." اس کے لبوں سے انکار کی سرگوشی ابھری تھی اور تیمور حیدر کی پوری زندگی تھم گئی تھی' اس کا دل اس کے ہاتھ میں دھڑک اٹھا تھا جسے ماورا نے اپنے پاس روکنے کے لیے اپنے ہاتھ میں دبوچ رکھا تھا۔

اور موبائل کی مدھم روشنی میں تیمور اس کے چہرے پہ اک نظر ڈال کے رہ گیا تھا۔ اندھیرا دھڑک اٹھا تھا اور خاموشی کے سینے میں یہ دھڑکن دھمک پیدا کرنے لگی تھی۔

"ہونہہ... ہوں...!" آس پاس کسی کے گلا کھنکارنے کی آواز سنائی دی تھی اور وہ دونوں یک دم چونک گئے تھے۔

اور ساتھ ہی تمام بتیاں روشن ہو گئی تھیں اور روشنیوں کے ساتھ ساتھ دونوں پہ اچانک پھولوں کی برسات شروع ہو گئی تھی۔

آفاق' قارہ' ولید اور سحر' سب یہیں پہ تھے اور تازہ پھولوں کی پتیوں سے ان دونوں کا بھرپور استقبال کیا گیا تھا۔

جس پہ تیمور کو بے پناہ خوشی ہوئی تھی اور ماورا کے چہرے پر بھی مدھم سی مسکراہٹ کا عکس لہرایا تھا۔

"ہم نے سوچا اس سے پہلے کہ رومینٹک سین طویل ہو جائے ہم خود ہی جلدی سے اپنی انٹری دے دیں۔" ولید نے بے حد شرارت اور معنی خیزی سے کہتے ہوئے چھیڑا تھا اور ماورا نے بے ساختہ چہرہ جھکا لیا تھا جبکہ تیمور بھی جواباً" شرارت سے مسکرا اٹھا تھا۔

"جن کے دوست تم جیسے ہوں ان کے رومینٹک سین کبھی بھی طویل نہیں ہو پاتے۔" لہجے میں جیسے بے انتہا تاسف تھا اور اس کے اس تاسف پہ ولید اور آفاق بیک وقت قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ آپ لوگ آج رات یہیں کھڑے کھڑے گپیں لگاتے رہیں گے... نہ ریلیکس کریں گے... نہ کرنے دیں گے۔" قارہ نے آگے بڑھ کے ماورا کو بازو سے تھام لیا تھا۔ اور ان لوگوں کو سرزنش کی تھی۔

"ارے کیوں نہیں... ہم نے کب روکا ہے؟ آپ جتنا مرضی ریلیکس کریں۔" آفاق نے سیڑھیوں کے سامنے سے ہٹتے ہوئے بیڈ روم کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"چلیں۔۔۔؟" فارہ نے سرگوشی میں پوچھا۔
"نہیں۔۔۔ میں ابھی بیڈ روم میں نہیں جانا چاہتی۔" اس نے نفی میں سرہلایا تھا۔
"کیوں۔۔۔؟"
"میں تیمور کے ساتھ بیڈ روم میں قدم رکھنا چاہتی ہوں۔" ماورا کا یہ جملہ فارہ کی ہی نہیں تیمور کی سماعتوں تک بھی پہنچ گیا تھا۔ تیمور کے دل کی دھڑکنیں ہر بڑھتے لمحے کے ساتھ تیز ہو رہی تھیں اور ان کی لے بدل رہی تھی۔
"اوہ تو یہ بات ہے۔۔۔؟ پھر میرا خیال ہے کہ ہمیں چلنا چاہیے۔" فارہ نے بھی چھیڑا تھا۔ ماورا قدرے جھینپ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

کچھ دیر بیٹھنے اور چائے وغیرہ پینے کے بعد وہ لوگ چلے گئے تھے۔ اور ڈرائنگ روم میں وہ دونوں اکیلے رہ گئے۔ تیمور نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پہ رکھ کر صوفے سے اٹھتے ہوئے ماورا کی طرف دیکھا' وہ آہستگی سے سر جھکا گئی تھی۔
"اب کیا ارادہ ہے؟ بیڈ روم میں چلیں یا پھر گھر دیکھنا ہے؟" تیمور نے خاصی مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔
"گھر دیکھنا ہے۔" اس نے فوراً" گھر دیکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔
"دیٹس گریٹ۔۔۔ مجھے بھی یہی توقع تھی کہ گھر دیکھنا ہے۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا ماورا جواباً" چپ ہی رہی۔
"آئیے۔۔۔ تو پھر گھر دیکھتے ہیں۔" تیمور نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا تھا ماورا ذرا جھجکی۔
"مسز تیمور حیدر۔۔۔ تھام لیجیے ہاتھ۔۔۔ یہ ہاتھ بھی آپ کا ہے' یہ گھر بھی آپ کا ہے اور یہ گھر دکھانے والا بندہ خاکسار بھی آپ کا ہے۔۔۔ یہ ہاتھ تھامے بغیر گھر کیسے دیکھیں گی؟" تیمور کی شوخیاں اس کے لہجے اور الفاظ سے ہی پھوٹی پڑ رہی تھیں۔
پھر ماورا نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ ہی دیا تھا اور صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ تیمور اسے ساتھ لیے نچلے پورشن کا ایک ایک حصہ دکھا رہا تھا۔
"یہ گیسٹ روم ہے۔ یہ بیڈ روم اور یہ بابا کا بیڈ روم۔" ہر کمرے کا دروازہ کھول کر دکھاتے ہوئے تیمور آخر میں ایک کمرے کے دروازے پہ رک گیا تھا' اور ماورا کے قدم بھی رک گئے تھے۔ اس کے چہرے پہ اک سایہ سا لہرا گیا تھا۔
"آپ کا بیڈ روم کون سا ہے؟" چند سیکنڈز کے توقف سے ماورا نے اس کے کمرے کا پوچھا تھا۔ کیوں کہ وہ مزید یہاں نہیں رکنا چاہتی تھی۔
"آپ کا نہیں۔۔۔ ہمارا بیڈ روم۔۔۔" تیمور نے جیسے تصحیح کی۔
"ہوں۔۔۔!" اس نے ہلکے سے اثبات میں سرہلایا۔
"چلیں۔۔۔؟" وہ چھیڑ رہا تھا۔
"ہوں!" اس کا انداز ہنوز تھا۔
"تھک گئی ہو۔۔۔؟" وہ اس کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
"ہاں۔۔۔" انتہائی مختصر جواب موصول ہو رہے تھے۔
"تھکن اتارنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟" ایک اور شرارت بھرا سوال اٹھایا گیا تھا۔
جس پہ ماورا کے قدم اس کے ساتھ چلتے چلتے جھجکے تھے۔ اور اس کے قدموں کی یہ جھجک تیمور سے چھپی نہیں

رہ سکی تھی۔
"ڈونٹ وری۔۔۔ ابھی تو صرف پوچھا ہے۔" وہ پھر شرارت سے باز نہیں آیا تھا۔
اور ماورا بڑی مشکل سے اپنے چہرے کے تاثرات کنٹرول کرتی اس کے ساتھ بیڈ روم تک پہنچی تھی، لیکن بیڈ روم تک پہنچ کر وہ کہیں اور ہی پہنچ گئی تھی۔
اس کے دل و دماغ گنگ سے ہو گئے تھے۔ سرخ گلاب کے پھولوں سے سجا بیڈ نظر ہی نہیں آرہا تھا ہر طرف بس پھول ہی پھول نظر آرہے تھے اور دروازہ کھلتے ہی پھولوں کی مہک ان کے قدموں سے لپٹ لپٹ گئی تھی۔
"آؤ۔۔۔ تمہارا بیڈ روم۔۔۔ تمہارے انتظار میں ہے۔" تیمور نے اسے آگے بڑھنے پہ اکسایا تھا، ماورا کا دل ان سرخ پھولوں کی طرح مہک مہک گیا تھا اور وہ اس مہک کو روک نہیں پائی تھی۔
اپنے ہاتھ پہ تیمور کے ہاتھ کی گرفت کو اس نے بھی اپنی گرفت کا احساس بخشا تھا اور تیمور اپنے ہاتھ پہ اس کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے روح تک سرشار ہو گیا تھا۔ اور اسی سرشاری کے عالم میں وہ اسے بیڈ تک لے آیا تھا اور پھر خود ہی اسے سہارا دے کر بیڈ پہ بٹھایا تھا اور خود یونہی بے خودی کے عالم میں اس کے سامنے نیچے قالین پہ دوزانو بیٹھ گیا۔
"یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟ اوپر بیڈ پہ بیٹھیں نا۔" ماورا کو مزید جھجک ہوئی تھی۔
"آج میرا خواب ایک مجسم حقیقت۔۔۔ ایک تعبیر کی صورت میرے سامنے موجود ہے۔ میں اسے جی بھر کے دیکھوں نہ تو اور کیا کروں؟" تیمور اس کے سامنے بیٹھا بڑے شوق سے اور بڑے اشتیاق سے اسے دیکھتا ہوا اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔
"مم۔۔۔ مگر۔۔۔" ماورا نے کچھ کہنا چاہا تھا۔
"جانتی ہو۔۔۔ میرا خواب تھا کہ تم یوں سج سنور کر میری بن کر اس طرح میرے سامنے بیٹھی ہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں اور جب تھک جاؤں تو اپنا سر تمہاری گود میں رکھ کر آنکھیں موند لوں اور پلکوں کے اس پار بھی صرف تمہیں دیکھوں۔۔۔ صرف تمہیں۔۔۔"
تیمور نے انتہائی گمبھیر لہجے میں کہتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیے تھے اور بڑے استحقاق سے دونوں ہاتھوں کی پشت پہ بوسہ دیا تھا۔ جس کا لمس ماورا کے ہاتھوں پہ دہک کر آنچ دینے لگا تھا۔
"آپ جانتے بھی تھے کہ میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔ پھر بھی آپ نے ایسے خواب دیکھے۔۔۔؟" ماورا اس کے روبرو بیٹھی سچ ہی تو بول رہی تھی۔
"جانتا تھا۔۔۔ اسی لیے تو محبت کے خواب دیکھتا تھا اور مجھے یہ بھی پتا ہے۔ جس روز تمہیں مجھ سے محبت ہوئی اس روز سچ میں مر جاؤں گا۔ تمہارے سر کی قسم۔۔۔" تیمور کا لہجہ کچھ اور ہی کہہ رہا تھا اور ماورا کا دل بے سا۔۔۔ سکڑ کر سمٹا تھا۔
"تو پھر اس سے بہتر ہے کہ مجھے آپ سے محبت ہی نہ ہو۔" ماورا کی آواز دھیمی تھی لہجہ بھی مدھم مدھم۔۔۔
"ارے۔۔۔ ایسا مت کرنا۔۔۔ تم بس محبت کرو۔۔۔ مجھے مرنا منظور ہے۔ تمہاری محبت کے لیے مر جانا کوئی بڑی بات تو نہیں ہے۔"
"کتنی محبت ہے مجھ سے؟" ماورا جان بوجھ کر ایسے سوال کر رہی تھی۔
"کاغذ قلم لاؤ۔۔۔ جان لکھ دوں تمہارے نام۔۔۔" تیمور نے اس کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پہ رکھ لیا تھا اور ماورا کو لگ رہا تھا جیسے اس کی جان نکل رہی ہو۔
"بتاؤ نا۔۔۔؟ لکھ دوں اپنی جان۔۔۔؟" اس نے ماورا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ماورا کے دل کی

دھڑکنیں سینے کے پنجرے سے باہر آنے لگی تھی جن کی دھمک تیمور کو با آسانی سنائی دے رہی تھی۔
"لکھ دیں... میرے ہاتھ پہ لکھ دیں۔" ماورا نے مدھم سی آواز میں کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا تھا اور تیمور نے آہستگی سے ہاتھ تھام کے اس کی ہتھیلی پہ اپنے ہونٹ رکھ دیے تھے۔
"لو... لکھ دی اپنی جان... اب ہمیشہ تمہاری مٹھی میں رہے گی۔ جب چاہے لے لینا۔"
"لے لوں گی۔" وہ آہستگی سے کہتے ہوئے مسکرائی تھی۔
"ابھی لے لو۔" وہ معنی خیزی سے بولا۔
"ابھی موڈ نہیں ہے۔" ماورا کے مزاج میں قطرہ قطرہ کر کے خوشگواریت اتر رہی تھی۔
"میرا موڈ تو ہے نا۔" تیمور سر اٹھا کر یک دم سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ اور بڑی گہری اور لو دیتی نظروں سے اسے سر تاپا دیکھا تھا۔
"جان لینا ہوتی تو آج اس طرح سج سنور کر آپ کی بن کر آپ کے سامنے نہ بیٹھی ہوتی۔" اس نے کہتے ہوئے پلکیں جھکالی تھیں۔
"اچھا... تو پھر...؟" تیمور نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
"کچھ نہیں۔" ماورا اس کی نظروں کی شرارت سے نروس ہو گئی۔
"کچھ تو ہے۔" وہ اور قریب ہوا تھا۔
"پلیز...!" ماورا نے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کے اس کی منہ زوری کو روکنا چاہا۔
"پلیز... یہ ریکویسٹ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔" اس نے معنی خیزی سے کہا۔
"میں چینج کرنا چاہتی ہوں۔" ماورا وہاں سے اٹھنے کا بہانہ ڈھونڈنے لگی۔
کس کو...؟ مجھے یا خود کو...؟" اس کی شرارت ہنوز تھی۔
"خود کو..." آواز دبی دبی تھی۔
"وہ تو تم ہو گئی ہو... آل ریڈی..." تیمور اس کے برابر بیٹھ گیا تھا۔
"آپ نے کر دیا ہے۔" ماورا اس کے بازو کے حصار میں سمٹ سی گئی تھی۔
"میں تو اور بھی بہت کچھ چینج کر دینا چاہتا ہوں۔" تیمور کی جسارتیں اور گستاخیاں بڑھ رہی تھیں۔
"پلیز تیمور...!" ماورا کی پھر کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔
"اچھا رکو... تمہاری منہ دکھائی کا تحفہ ابھی باقی ہے۔" تیمور کہتے ہوئے اٹھا اور بیڈ کے برابر رکھی میز کی دراز کھول کر کچھ نکالنے لگا۔ پھر پلٹ کر دوبارہ اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔ وہ ایک نازک سی چین تھی اور چین میں بڑا سا ڈائمنڈ تھا۔
"یہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ تمہاری شہ رگ سے قریب۔"
تیمور نے وہ لاکٹ پہنا کر ماورا کو جیسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باندھ لیا تھا وہ اپنی جگہ پہ جوں کی توں بیٹھی رہ گئی تھی۔
"آئی لو یو... آئی ریئلی لو یو ماورا تیمور...!" تیمور نے ایک بھرپور اظہار کیا تھا اور ماورا اس کی چاہتوں، اس کی شدتوں اور اس کے والہانہ پن کے سامنے بے بس ہو گئی تھی، اس نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ آخر وہ بھی مٹی سے بنی ایک انسان تھی۔ کب تک پتھر بن کے رہ سکتی تھی اور تیمور حیدر کی محبت نے تو بہت پہلے ہی اس پتھر کو ضرب لگانا شروع کر دیا تھا۔ اس پتھر نے تڑخ کر ٹوٹنا ہی تو تھا۔

☼ ☼ ☼

ان کی نئی زندگی کی پہلی صبح بہت ہی چمکیلی اور روپہلی تھی۔ انتہائی پر سکون... ماورا کی آنکھ کھلی تو سب سے پہلی

نظر تیمور کی سمت ہی اٹھی تھی' وہ اوندھے منہ لیٹا بے حد گہری نیند میں لگ رہا تھا' اس کے ہمیشہ سلیقے سے سنورے بال آج خوب صورت پیشانی پہ بکھرے نظر آرہے تھے' وہ اس کی نظروں کی محویت سے نیند میں بھی ذرا سا کسمسایا تھا۔ اور ماورا اس کی نیند ٹوٹنے کے خیال سے بے حد آہستگی سے کمبل ہٹا کر اٹھ گئی تھی۔

اس کے کپڑے' تولیہ بلکہ ضرورت کی ہر چیز پہلے سے ہی واش روم میں تیار رکھی تھی' وہ شاور لے کر باہر نکل آئی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر بال سنوارے' دوپٹا شانوں پہ پھیلایا اور بے وجہ ہی کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔

چند سیکنڈ اسی عمل میں گزر گئے تھے پھر اچانک اس کے دل میں نجانے کیا سمائی کہ وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر آگئی تھی۔

اور اس کے قدم ہر سمت یوں اٹھ رہے تھے جیسے صدیوں سے اس فرش پہ چلنے کے عادی ہوں۔ جیسے وہ ہر اک کونے سے ہر اک گوشے سے واقف ہو۔

"سلام بیگم صاحب۔۔۔!" وہ اپنے دھیان میں سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی تو اچانک ملازمہ سامنے آگئی تھی۔

"والسلام۔۔۔!" ماورا نے آہستگی سے سرہلایا۔

"کچھ چاہیے بیگم صاحب۔۔۔؟" وہ بہت ہی مؤدب کھڑی پوچھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔" اس نے نفی میں سرہلایا۔

"چائے لاؤں؟"

"نہیں۔۔۔" اس نے پھر انکار کیا۔

"ناشتا کریں گی۔۔۔؟ بنا دوں۔۔۔؟" ملازمہ کو تیمور حیدر کا آرڈر تھا کہ ماورا کے سامنے کوئی کوتاہی نظر نہ آئے اور نہ ہی کوئی شکایت موصول ہو۔

"نہیں۔۔۔ ابھی نہیں۔۔۔" وہ نفی میں سرہلا کر پلٹ گئی تھی اور کوریڈور کی سمت جاتے جاتے ایک بار پھر رکی تھی۔

"تھینک یو۔۔۔!" اس نے بڑی نرمی سے ملازمہ کا شکریہ ادا کیا تھا اور ملازمہ اس کے تھینکس پہ خوش ہو گئی تھی اور فوراً" دل ہی دل میں یہ رائے بھی قائم کرلی کہ نئی بیگم صاحبہ واقعی بہت اچھی ہے۔

"صاحب کی پسند لاجواب ہے۔" ملازمہ کے مسکراتے چہرے پہ نظر ڈال کر ماورا نے لان کا رخ کیا تھا۔ لیکن ملازمہ کا "بیگم صاحبہ" کہنا ابھی تک اس کے ذہن میں گونج رہا تھا۔

وہ اس گھر کی بیٹی تھی اور بہو بن کے پکاری جارہی تھی۔ عجیب ہی موڑ تھا زندگی کا۔۔۔

ماورا نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا تھا اور لان ۔۔۔ میں رکھی کرسیوں پہ نظر پڑتے ہی سوچ کی پرواز کہیں سے کہیں چلی گئی تھی۔

"بی گل۔۔۔! عافیہ سے کہیں' ایک کپ چائے کی طلب ہو رہی ہے۔" علی مرتضیٰ کی آواز پہ کرسی سے اٹھتی بی گل بڑے زور سے ہنسی تھیں۔

"ارے میرا بچہ! بی گل کو بھی بچہ سمجھتا ہے۔ سیدھے سیدھے بول ایک کپ چائے سے جا کر کہوں کہ عافیہ کی طلب ہو رہی ہے۔ چائے کا کپ بے چارا چپ چاپ عافیہ کو ساتھ لے آئے گا۔"

بی گل' علی مرتضیٰ کی رگ رگ سے واقف تھیں' جس پہ وہ بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔

"یہی بات ہے نا۔۔۔؟" بی گل نے تصدیق چاہی۔

"بالکل یہی بات ہے۔ دراصل کافی دیر ہو گئی تھی۔ وہ باہر نہیں نکلی۔ اسے دیکھا نہیں۔" انہوں نے اپنا سر

کھاتے ہوئے اعتراف کیا تھا۔
"وہ تیار ہو رہی ہے۔" بی گل نے اطلاع دی۔
"اچھا؟ کس لیے....؟" علی مرتضیٰ کافی دیر سے لان میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔
"کہتی ہے علی نے آج شاپنگ کا وعدہ کر رکھا ہے۔" بی گل کی اس نئی اطلاع پہ انہوں نے یک دم سر پہ ہاتھ مارا تھا۔
"اوہ مارا گیا.... میں تو بھول گیا تھا کہ میں نے اس کے ساتھ شاپنگ پہ بھی جانا ہے۔" ان کے انداز میں تاسف تھا۔
"تو اب کیا مسئلہ ہے.... چلے جاؤ.... فارغ ہی تو ہو۔" بی گل کو حیرت ہوئی۔
"فارغ نہیں ہوں نا.... حیدر آنے والا ہے۔" انہوں نے اپنی پریشانی بتائی۔
"ارے تو اس میں ایسی کیا پریشانی ہے؟ حیدر سے مل کر چلے جانا۔ آخر وہ اتنے شوق سے تیار ہو رہی ہے کہ تم اتنے دنوں بعد گھر پہ فارغ ہو اور اسے شاپنگ کروا رہے ہو۔" بی گل نے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔
"بی گل! اسے بھی کچھ کام ہے۔ آپ ایسا کریں، آپ عافیہ کے ساتھ چلی جائیں۔ اس نے جو بھی شاپنگ کرنی ہے آپ کروا دیں.... پلیز۔" علی مرتضیٰ نے بی گل کے سامنے التجا کی تھی۔
"دیکھ مرتضیٰ.... میری طرف سے جواب ہے.... میں نہیں جانے والی.... اس کا نکاح تیرے ساتھ ہوا ہے۔ میرے ساتھ نہیں.... اسے تیرے ساتھ جانے کی خوشی ہوگی میرے ساتھ جانے کی نہیں۔" بی گل فوراً پلو جھاڑتی ہوئی کھڑی ہوگئی تھیں۔
"پلیز بی گل....." علی مرتضیٰ تیزی سے اٹھ کر بی گل کے سامنے آگئے تھے۔
"ہرگز نہیں...." بی گل نے نفی میں سر ہلایا۔
"پیاری بی گل.... میری دلاری بی گل.... بس آج کے لیے ہیلپ...." علی مرتضیٰ کی التجا میں اور بھی شدت آگئی تھی اور بی گل ان کے سامنے ہمیشہ کی طرح بے بس ہوگئی تھیں۔
"بہت بے غیرت ہو۔" وہ علی مرتضیٰ کے سر پہ چپت لگا کر چلی گئیں۔
"بی گل...." انہوں نے پیچھے سے آواز دی بی گل نے جاتے جاتے پلٹ کر دیکھا۔
"ایک کپ چائے....!" ان کی آواز میں شرارت تھی۔
اور بی گل نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی تھیں۔ اتنے میں اندر سے عافیہ بھی باہر آتی دکھائی دی تھی۔
"لو آگیا ایک کپ...." بی گل کے جواب پہ علی مرتضیٰ کا قہقہہ بہت دور تک گونجا تھا۔ اتنا کہ ماورا مرتضیٰ کی سماعتوں نے اتنے سالوں بعد بھی وہ قہقہہ پورے لان میں گونجتا ہوا محسوس کیا تھا۔
"ماورا....!" تیمور نے اس کے بے حد قریب آکر اس کے عقب سے اسے تھام لیا تھا اور ماورا ایک دم چونک گئی تھی۔
"ہوں....؟" اس نے غائب دماغی سے گردن موڑ کر دیکھا۔
"تم رو رہی ہو....؟" اس کی بھیگی پلکیں اور بھیگے رخسار دیکھ کر تیمور ٹھٹک گیا تھا۔
جس پہ ماورا کو بھی بے اختیار اپنے آنسوؤں کا خیال آیا اور ہاتھ بے ساختہ اپنے رخسار تک گیا تھا۔
"کیا بات ہے؟ کیوں رو رہی ہو....؟" تیمور کی پریشانی دیدنی تھی۔
"کچھ نہیں.... بس ایسے ہی...." اس نے کہہ کر سر جھکا لیا تھا۔
"ماورا.... بتاؤ مجھے.... کیا مسئلہ ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟ آج کے دن تو تمہیں خوش ہونا چاہیے۔ کیوں کہ آج

ہماری نئی زندگی کا پہلا دن ہے۔۔۔ آغاز ہے۔۔۔ اور اس آغاز پہ ہی تمہاری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں تو آئندہ کیا ہوگا؟" تیمور کے چہرے کی خوشی تشویش میں بدل چکی تھی۔

"ڈونٹ وری۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔" ماورا نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر یہ آنسو کیوں۔۔۔؟" تیمور نے اس کا چہرا اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر عین اپنے سامنے کر لیا تھا۔

"بس وہ۔۔۔ امی اور بی گل یاد آرہی تھیں۔۔۔ وہ اکیلی ہوں گی اس لیے۔۔۔" ماورا نے بڑے ضبط سے علی مرتضیٰ کا ذکر اپنی زبان پہ ہی روک کے رکھا تھا۔

"اوہ اچھا۔۔۔ تو یہ بات ہے؟" تیمور اس کی بات سن کر قدرے مطمئن ہو گیا تھا۔ کیوں کہ اس کے آنسوؤں کی وجہ معقول تھی۔

"تو پھر ایسا کرتے ہیں آج ان کو یہاں بلا لیتے ہیں۔ آج وہ ہمارے ساتھ رہیں گی پورا دن۔۔۔" اس نے ماورا کو خوش دیکھنے کے لیے بہت خوشگواری سے کہا۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ یہاں نہیں آئیں گی۔" اس نے بڑی تیزی سے انکار کیا تھا۔

"کیوں۔۔۔؟ وہ یہاں کیوں نہیں آئیں گی؟ یہ گھر اب ان کے داماد کا نہیں بلکہ ان کی بیٹی کا ہے۔ اب یہ حیدر ولا تمہاری ملکیت ہے۔۔۔ تم مالک ہو اس کی۔۔۔" تیمور نے اسے کندھوں سے پکڑ کے بہت مضبوط لہجے میں کہا تھا۔

(مالک تو وہ بھی تھیں اس گھر کی۔۔۔) ماورا کے ذہن پہ پھر خیال کا سایہ گزرا۔

"ماورا! کیا بات ہے؟ کیوں بات بات پہ کھو جاتی ہو۔۔۔؟" تیمور نے پھر اسے ٹھوکا دیا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ آیئے، اندر چلتے ہیں۔" ماورا نے سر جھٹک کر کہا کیوں کہ اسے پتا تھا وہ یہاں کھڑی رہی تو یادوں میں ہی کھوئی رہے گی۔

وہ یادیں جن میں خود وہ موجود ہی نہیں تھی، مگر بی گل نے ایک ایک لمحہ ایک ایک منظر اس کے ذہن میں یوں محفوظ کر دیا تھا کہ جیسے ماورا ہر لمحے ہر منظر میں ان کے ساتھ موجود تھی۔ جیسے سب کچھ خود دیکھا تھا اور خود محسوس کیا تھا۔

اسی لیے قدم قدم پہ اس کے قدم رک رہے تھے اور وہ تیمور کے ساتھ اندر آ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

بی گل نے فون کر کے اسے گھر آکر ملنے کا کہا تھا کیوں کہ عافیہ بیگم اس کے لیے اداس ہو رہی تھیں اور ماورا نے آنے کا کہہ کر فون بند کر دیا تھا آخر وہ ان سے زیادہ اداس تھی۔

اور ابھی وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی تھی جب تیمور اچانک دروازہ کھول کر اندر چلا آیا تھا۔

اور اسے بلیک لباس میں دیکھ کر اس کے قدم بے خود ہو گئے تھے۔ اس نے وہی ڈریس پہنا ہوا تھا جو تیمور نے پسند کیا تھا۔

"یہ ڈریس اتنا خوب صورت پہلے نہیں تھا جتنا اب ہو گیا ہے۔" تیمور نے بڑی بے خودی کے عالم میں کہا تھا اور ماورا نے آئینے میں اپنے اور اس کے عکس کو دیکھا۔ وہ اس کے عقب میں کھڑا اسے آئینے میں ہی دیکھ رہا تھا۔

"بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔"

"ہمیں دیر ہو رہی ہے۔۔۔ امی انتظار کر رہی ہوں گی۔" اس نے تیمور کی قربت کی آنچ سے بچنے کا بہانا ڈھونڈا۔

"میں نے اتنا انتظار کیا ہے۔ اس کی کوئی پروا نہیں۔۔۔" تیمور نے اس کے بال ایک ہاتھ سے سمیٹ کر اور لگے

دائیں کندھے پہ ڈال دیے تھے اب وہ اس کے بائیں کان میں پڑے جھمکے کو اور گلے میں لپٹی چین کو با آسانی دیکھ سکتا تھا۔

"آپ کا انتظار پورا ہو گیا۔ جو چاہا آپ کو مل گیا اور کیا باقی ہے؟" ماورا کا لہجہ مدھم تھا۔

"بہت کچھ باقی ہے.... ابھی تشنگی نہیں مٹی.... ابھی مل کے بھی بہت کچھ نہیں ملا.... میرا انتظار وہیں کا وہیں ہے۔" تیمور کی اس کے جھمکے اور اس کی چین کے ساتھ جسارتیں ہنوز جاری تھیں اور ماورا اس کی ہر جسارت پہ سمٹ رہی تھی۔

"میں سمجھی نہیں....؟" وہ الجھ کر بولی۔

"میرے دل پہ ہاتھ رکھ کر سمجھنے کی کوشش کرو تو سب سمجھ جاؤ گی۔" تیمور نے کہتے ہوئے اس کا رُخ اپنی سمت موڑ کر اس کا ہاتھ اپنے سینے پہ رکھ لیا تھا۔

"آپ سمجھائیں.... میں دل کی زبان نہیں سمجھتی...." ماورا نے نرم سی مسکراہٹ سے کہا۔

"سمجھ جاؤ گی.... کبھی ایسا بھی ہو گا کہ تم صرف دل کی زبان سمجھو گی.... صرف دل کی.... وہ بھی میرے دل کی...." تیمور نے بڑے یقین اور بڑے جذب سے کہا تھا۔

"اچھا.... کب ہو گا ایسا....؟" وہ اسے چھیڑنے کے موڈ میں آچکی تھی۔

"جب میرے ساتھ ہنی مون پہ چلو گی۔" وہ بھی اس کی شرارت سمجھ کر شرارت سے ہی بولا تھا۔

"ہنی مون....؟" ماورا ٹھٹکی۔ "کہاں....؟" فوراً پوچھا تھا۔

"جہاں تم کہو...." وہ برجستہ بولا۔

"میرا تو ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" ماورا پلٹ کر پھر تیار ہونے لگی۔

"میرا تو ہے نا....؟" تیمور پرفیوم اٹھا کر اسپرے کرنے لگا اور ماورا اس پرفیوم کی خوشبو سے مہک گئی تھی۔

"امی اور بی گل اکیلی رہ جائیں گی۔" ماورا کو بس ان کا خیال دامن گیر تھا۔
"کہو تو ان کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں۔" تیمور نے مسکراہٹ دبا کے کہا۔
"واٹ؟ ہنی مون پہ امی اور بی گل...؟" ماورا کو حیرت ہوئی تھی اور تیمور اس کی حیرت پہ یک دم قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔
اور ماورا اس کی شرارت سمجھ کر اسے گھور کے رہ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

عافیہ بیگم اور بی گل دو دن بعد اس سے ملی تھیں اور اسے گلے لگا کر خوب پیار کیا تھا جبکہ ماورا ان کے گلے لگتے ہی رو پڑی تھی۔
اس نے اس گھر میں بی گل اور عافیہ بیگم کو بہت مس کیا تھا۔ اس لیے اس کے اندر کا غبار آنسوؤں کی صورت باہر نکلا تھا اور تیمور اس کے آنسو اور شدت دیکھ کر دلچسپی سے متوجہ ہوا تھا۔
"بی گل! ایک بات پوچھنا تھی۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔
"ہاں... پوچھو بیٹا..." وہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔
"اگر میں دو دن بعد ملوں تو کیا یہ مجھے بھی ایسے ہی ملے گی... یوں شدت سے رو کر... گلے لگ کر...؟" تیمور کا سوال ایسا تھا کہ روتے روتے بھی ماورا کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بی گل اور عافیہ بیگم بھی ہنس پڑی تھیں۔
"بتائیں نا... ؟ اگر ایسا ہی ہوگا تو پھر میں دو دن بعد ملوں گا۔" تیمور کے لہجے اور انداز پہ نجانے کیوں بی گل کو علی مرتضیٰ کا گمان گزرا تھا وہ بھی عافیہ کے لیے ایسی ہی شرارت سے بات کرتا تھا۔
"پگلے... تو دو گھنٹے بعد ملے تب بھی وہ ایسے ہی پیار سے ملے گی۔"
"کہاں بی گل... ؟ دو دن گزر گئے... ایک بار بھی ایسے..."
"تیمور... پلیز...!" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا ماورا نے سرخ ہوتے ہوئے اسے ٹوک دیا تھا۔ اور وہ یک دم ہنستا ہوا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔
"اچھا... میں اب چلتا ہوں... شام کو تمہیں پک کر لوں گا۔"
"شام کو کیوں؟ دو دن بعد کر لینا۔" ماورا نے یاد دلایا۔
"اب تو ایک دن بھی تمہارے بغیر گزارنا مشکل ہے۔" وہ اس کے ساتھ راہداری میں نکلتے ہوئے بولا۔
"دو دن زیادہ تو نہیں...؟" وہ تنگ کر رہی تھی۔
"بس شام کو تیار رہنا۔" وہ کہہ کر باہر نکل گیا تھا۔
اور ماورا دروازہ بند کر کے اندر آگئی تھی۔
وہ ابھی امی اور بی گل کے ساتھ بیٹھی ہی تھی کہ تیمور کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ ماورا نے چونک کر دیکھا تیمور اپنا موبائل یہیں بھول گیا تھا۔
اور اس کے نمبر پہ کال آ رہی تھی۔
ماورا نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھا لیا تھا اور موبائل اسکرین کی سمت دیکھا...!

(باقی آئندہ)